’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ اور اُن کا حکم

مولانا انعام اللہ

(تیسری قسط)

آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی گزشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں کی پیروی کے پابند تھے؟ تو سمجھ لینا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو مرحلے تھے: پہلا مرحلہ قبل از نبوت، دوسرا مرحلہ بعد از نبوت۔ دونوں مرحلوں کے حکم میں حسبِ ذیل تفصیل ہے:

پہلا مرحلہ:......قبل از بعثت ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کی پیروی

اس میں حسبِ ذیل تین اقوال ہیں:

پہلا قول

بعض متکلمین کے نزدیک قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔

دوسرا قول

دیگر بعض علماء کرام کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے اس مرحلے میں گزشتہ شرائع کی پیروی کے پابند تھے، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ کونسی شریعت کے پابند تھے؟ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے؟ یا پھر ہر اس حکم کے جس کا شرعی حکم ہونا ثابت ہو؟

تیسرا قول

تیسرا قول توقف کا، جو امام غزالیؒ اور قاضی عبد الجبار کی طرف منسوب ہے۔ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں:

’’وبین المتکلمین اختلاف فی أن النبی علیہ السلام قبل نزول الوحی (علیہ) ھل کان متعبدا بشریعۃ من قبلہٖ ، فمنھم من أبٰی ذلک ومنھم من توقف فیہ ومنھم من قال: کان متعبدا بذٰلک ۔‘‘(۱)

’’متکلمین کا آپس میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ وحی کے نزول سے پہلے کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی شریعت پر عمل کرنے کے پابند تھے؟ بعض علماء نے اس سے انکار کیا ہے۔ بعض نے توقف اختیار کیا ہے، جبکہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ پچھلی شریعت پر عمل کرنے کے پابند تھے۔ (اس کی تفصیل علم کلام میں ہے)۔‘‘

صاحبِ کشف الاسرار رقم طراز ہیں:

’’پچھلی شریعتوں کی پیروی کرنے کے حوالے سے علماء کا دوجگہوں میں اختلاف ہے: پہلی یہ کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی شریعت کی پیروی کے پابند تھے؟ بعض علماء، جیسے: ابوالحسین البصری اور متکلمین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور بعض نے اس کو ثابت کیا ہے۔ تاہم مثبتین کا پھر اس میں بھی اختلاف ہوا: ایک قول یہ ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ ہر اس حکم کی پیروی کے پابند تھے جس کا آسمانی شریعت میں سے ہونا ثابت ہو جاتا۔ بعض علماء نے اس مسئلے میں توقف اختیار کیا ہے، جیسے امام غزالیؒ اور عبدالجبار وغیرہ۔‘‘(۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

’’اس اصول کے مطابق ہم ایک مسئلہ پیش کرتے ہیں، وہ یہ کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونے سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی شریعت پر عمل کرنے کے مکلّف (پابند) تھے؟ بعض علماء نے انکار کیا ہے، اور بعض نے ثابت کیا ہے۔ پھر بعض علماء نے حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت، بعض نے ابراہیم علیہ السلام کی شریعت، بعض نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی طرف نسبت کی ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ تمام صورتیں از روئے عقل ممکن ہیں، تاہم قطعی طور پر معلوم نہیں کہ واقع میں کیا صورت تھی۔‘‘(۳)

یعنی تمام صورتیں اگرچہ عقلاً جائز ہیں، تاہم کسی دلیلِ قطعی سے کسی ایک صورت کا واقع ہونا معلوم نہیں، اس لیے ایسے امور میں اَٹکل سے باتیں کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، جن سے کوئی عملی عبادت متعلق نہ ہو۔

پہلے قول کی ترجیح

بہرحال! کتبِ عقائد میں اس قول کو ترجیح دی گئی ہے کہ قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا'' کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا، اس لیے کہ شریعتِ عیسوی سے پہلے کی شریعتیں تو شریعتِ عیسوی سے منسوخ ہوگئیں، جبکہ شریعتِ عیسوی ہمارے لیے اس بنا پر حجت نہیں کہ اس کے ناقلین نصاریٰ ہیں، جو عقیدۂ تثلیث اختیار کرنے کی وجہ سے کفر کے مرتکب ہوئے، اور کافروں کا قول معتبر نہیں۔ اور جو نصاریٰ تثلیث کے قائل نہیں، اور مکمل طور پر شریعتِ عیسوی کے پیروکار رہیں، وہ اتنی کم تعداد میں ہیں کہ ان کا قول حجت نہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''المسألة السابعة :الحق أن محمدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم قبل نزول الوحی ما کان علٰی شرع أحد من الأنبیاء علیہم السلام، وذٰلک لأن الشّرائع السابقة علٰی شرع عیسٰی علیہ الصلاة والسلام صارت منسوخة بشرع عیسٰی علیہ الصلاة والسلام، وأما شریعة عیسٰی علیہ السلام فقد صارت منقطعة بسبب أن الناقلین عندہم النصاری، وہم کفار بسبب القول بالتثلیث، فلا یکون نقلہم حجة. وأما الذین بقوا علی شریعة عیسٰی علیہ السلام مع البراء ة من التثلیث فہم قلیلون، فلا یکون نقلہم حجة . وإذا کان کذٰلک ثبت أن محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما کان قبل النبوة علٰی شریعة أحد۔''(۴)

''ساتواں مسئلہ: حق بات یہ ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء (سابقین) علیہم السلام میں سے کسی کی بھی شریعت پر نہیں تھے، اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے پہلی کی شریعتیں عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ساتھ منسوخ ہوگئیں، جبکہ خود شریعتِ عیسوی کا (تسلسل) بھی منقطع ہوگیا، اس لیے کہ اس کے ناقلین نصاریٰ تھے اور عقیدۂ تثلیث کی وجہ سے وہ کافر ہیں، پس ان کی روایت حجت نہیں اور شریعتِ عیسویہ پر قائم عقیدۂ تثلیث کے منکر عیسائیوں کی تعداد انتہائی قلیل ہے، ان کی روایت اس لیے حجت نہیں۔ اور جب صورت حال یہ ہے تو ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے کسی بھی نبی کی شریعت پر نہیں تھے۔''

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگرچہ اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں، تاہم راجح قول یہ ہے کہ قبل از نزولِ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سابقہ شریعت پر عمل کرنے کے پابند نہیں تھے۔

راجح قول پر اشکال

لیکن اس پر من جملہ دیگر شبہات کے ایک شبہ یہ وارد ہوتا ہے کہ قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز،

حج، عمرہ اور صدقہ وخیرات کی ادائیگی کا اہتمام فرماتے تھے، حیوان کو ذبح کرکے کھاتے تھے، مردار کے کھانے سے اجتناب فرماتے تھے۔ اور یہ اُمور شریعت ہی سے معلوم ہوسکتے ہیں، عقل سے نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ان اُمور کی ادائیگی کسی سابقہ شریعت ہی کی پیروی میں فرماتے ہوں گے۔

اشکال کا جواب

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس شبہ کو نقل فرماکر جواب میں لکھتے ہیں:

’’ھٰذا فاسد من وجھین: أحدھما: أن شیئًا من ذٰلک لم یتواتر بنقل مقطوع بہ ولا سبیل إلٰی إثباتہ بالظن. الثانی: أنہٗ ربما ذبح الحیوان بناء علٰی أنہٗ لا تحریم إلا بالسمع ولا حکم قبل ورود الشرع، وترک المیتۃ عیافۃ بالطبع کما ترک أکل الضب عیافۃ، والحج والصلاۃ إن صح فلعلہٗ تبرکا بما نقل جملتہٗ من أنبیاء السلف، وإن اندرس تفصیلہٗ۔‘‘(۵)

’’یہ شبہ دو وجہ سے غلط ہے، ایک تو اس لیے کہ یہ امور کسی دلیلِ قطعی متواتر کے ساتھ منقول نہیں، اور ظنی دلائل سے ثبوت کافی نہیں۔ دوسرا اس لیے کہ شاید آپ نے حیوان اس وجہ سے ذبح کیا کہ کسی چیز کی حرمت دلیل نقلی ہی سے ثابت ہوسکتی ہے، اور نزولِ شریعت سے پہلے کوئی حکم موجود نہیں تھا، اور مردار کھانے کو طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے ترک کیا ہو، جیسے گوہ کھانے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ترک فرمایا تھا۔ اور حج ونماز کی ادائیگی اگر صحیح روایت سے ثابت ہے، تو شاید آپ تبرکاً ادا کرتے ہوں، اس لیے کہ اجمالی طور پر یہ امور انبیاء سابقین علیہم السلام سے ثابت ہیں، اگرچہ ان کی تفصیلات مٹ چکی ہیں۔‘‘

دوسرا مرحلہ:......بعد از بعثت ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کی پیروی

اس مسئلے میں دو حیثیتوں سے بحث کرنی ہے: ۱:......جوازِ عقلی، ۲:......وقوعِ سمعی۔

۱:......جوازِ عقلی

جمہور کے نزدیک عقلاً اس میں کوئی مانع نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سابق پیغمبر کی شریعت کی پیروی کا حکم دیا جائے، تاہم قدریہ کا اس میں اختلاف ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’أما الجواز العقلی فھو حاصل إذ للّٰہ تعالٰی أن یتعبد عبادہٗ بما شاء من شریعۃ سابقۃ أو مستأنفۃ أو بعضھا سابقۃ وبعضھا مستأنفۃ، ولا یستحیل منہ شیء لذاتہٖ ولا لمفسدۃ فیہ، وزعم بعض القدریۃ أنہٗ لا یجوز بعثۃ نبی إلا بشرع مستأنف، فإنہٗ إن لم یجدد أمرا فلا فائدۃ فی بعثتہٖ، ولا یرسل اللّٰہ تعالٰی رسولا بغیر فائدۃ۔‘‘(۶)

''یعنی از روئے عقل اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ کسی نبی کو گزشتہ شریعت کی پیروی کا پابند بنایا جائے، جس طرح اس کو نئی شریعت بھی دی جاسکتی ہے، تاہم قدریہ کا خیال ہے کہ اگر پرانی ہی شریعت پر عمل کرانا مقصود ہے تو نئے پیغمبر کو مبعوث کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی رسول کو فائدے کے بغیر مبعوث نہیں فرماتے۔''

لیکن قدریہ کے اس موقف اور استدلال دونوں کو نقلی اور عقلی دلائل سے رد کیا گیا ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''یدل علی جوازہٖ ما یدل علی جواز نصب دلیلین وبعثۃ رسولین معًا کما قال تعالٰی: (إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ)(یٰس:۱۴) کما أرسل موسٰی وھارون وداود وسلیمان، بل کخلق العینین مع الاکتفاء فی الإبصار بإحداھما، ثم کلامھم بناء علی طلب الفائدۃ فی أفعال اللّٰہ تعالٰی، وھو تحکم۔''(۷)

''اس کے جواز پر وہی دلیل دلالت کرتی ہے، جو ایک دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کرنے کے جواز اور دو رسولوں کو ایک ساتھ مبعوث کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، جیسے ارشاد فرمایا: ''إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔'' (یٰس:۱۴) [''جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو تو ان کو جھٹلایا، پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے۔''] اور جیسے موسیٰ وہارون، داؤد وسلیمان علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، بلکہ جیسے دو آنکھیں بنائیں، باوجود یہ کہ دیکھنے کے لیے ایک آنکھ کافی ہے۔ پھر مخالف کے دعویٰ کی بنیاد افعالِ خداوندی میں فائدہ کو طلب کرنے پر ہے، اور یہ طرز بلا دلیل ہے۔''

۲:......وقوعِ سمعی

وقوعِ سمعی سے مراد یہ ہے کہ کیا قرآن وسنت میں ایسی کوئی نقلی دلیل موجود ہے، جس کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ شریعت کی پیروی کرنے کے پابند ہوں؟ یا گزشتہ شریعت کے احکام کو برقرار رکھا گیا ہو؟ یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا ہر ہر حکم نیا ہو؟ اس حوالے سے بحث کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''أما الوقوع السمعی فلا خلاف فی أن شرعنا لیس بناسخٍ جمیع الشرائع بالکلیۃ إذ لم ینسخ وجوبَ الإیمان وتحریم الزنا والسرقۃ والقتل والکفر، ولکن حرم علیہ – صلی اللّٰہ علیہ وسلم – ھذہٖ المحظورات بخطابٍ مستأنفٍ أو بالخطاب الذی نزل إلی غیرہٖ وتعبد باستدامتہٖ ولم ینزل علیہ الخطاب إلا

بما خالف شرعهم، فإذا نزلت واقعة لزمهٔ اتباع دينهم إلا إذا نزل عليه وحی مخالف لما سبق فإلٰی هٰذا يرجع الخلاف۔‘‘(۸)

’’جہاں تک وقوعِ سمعی کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہماری شریعت تمام سابقہ شرائع کے لیے بالکلیہ ناسخ نہیں، اس لیے کہ (شرائع سابقہ کے احکام مثلاً) وجوبِ ایمان، زنا، چوری، قتل اور کفر کی حرمت شریعتِ محمدیہ نے منسوخ نہیں کی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ممنوعات کو مستأنف (از سرنو) خطاب (حکم) کے ساتھ حرام کیا، یا پھر ایسے خطاب (حکم) کے ساتھ حرام کیا، جو کسی اور پیغمبر کی طرف نازل ہوا، اور آپ کو اس کے دائم و برقرار رکھنے کا حکم دیا گیا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف وہ احکام نازل ہوئے جو گزشتہ شریعتوں کے مخالف تھے، پس جب کوئی مسئلہ پیش آتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزشتہ انبیاء کے دین کی پیروی لازم ہوتی، مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی وحی نازل ہو جو گزشتہ حکم کے خلاف ہو، اسی میں اختلاف ہے۔‘‘

حاصل یہ ہوا کہ بعد از بعثتِ نبوی ’’شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا‘‘ کی پیروی از روئے عقل جائز ہے اور از روئے نقل ثابت ہے، اس بات پر اگرچہ کوئی متعین نقلی دلیل موجود نہیں، تاہم کتبِ سماویہ میں موجود مشترک احکام ثبوتِ سمعی کو مستلزم ہیں، چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے، اور شرائعِ سماویہ کا مطالعہ کرنے والوں پر تو بالکل مخفی نہیں کہ شرائع میں کئی ایک احکام مشترک ہیں، سابقہ شرائع میں بھی موجود تھے اور شریعتِ محمدیہ میں بھی مشروع ہیں، جیسے قصاص کے احکام وغیرہ۔

حواشی

۱:......أصول السرخسي لمحمد بن أحمد، شمس الأئمة السرخسي، متوفی: ۴۹۰ھ، ج:۲، ص:۱۰۰۔

۲:......کشف الأسرار شرح أصول البزدوي، ج:۲، ص:۲۱۲۔

۳:......المستصفی، لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي، الإمام، متوفی: ۵۰۵ھ، ج:۱، ص:۱۶۵۔

۴:......معالم أصول الدین لمحمد بن عمر الرازي، الامام فخر الدین، متوفی: ۶۰۶ھ، ج:۱، ص:۱۱۰۔

۵:......المستصفی، لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي، متوفی: ۵۰۵ھ، ج:۱، ص:۱۶۵۔

۶:......حوالہ مذکورہ، ج:۱، ص:۱۶۵۔

۷:......حوالہ مذکورہ۔

۸:......حوالہ مذکورہ۔

(جاری ہے)